ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol 3 No.4 2019

صبا اکرام کی شعری خصوصیات: ایک جائزہ

[1]Fouzia Shehzadi, [2]Dr. Muhammad Amjad Abid, [3]Saeed-Ur-Rehman, [4]Naila Akhter

ABSTRACT:

Poetry is one of the most beautiful branches to test human intellect because there are cultural, social, economic and political impacts on it. The job of the poet is to transfer such impacts to the people through his style. Every poet has a unique style; some express their thoughts in simple language whereas some follow symbolic approach. Whatever a person experiences, as a poet, is reflected in his writings. Saba Ikram is an important poet of modern times whose poetry is not only different from the rest of poets but there are traces of style absent in other poets. The researchers have critically examined and tried to put forward Saba Ikram's poetic qualities such as contemporary consciousness, philosophy of acceptance and negation, global scenario, behavioral exquisiteness, and usage of symbols.

Key Words: *Poetry, Saba Ikram, Symbolical, Contemporary Conciousness, World Scenario, Style*

کلیدی الفاظ: شاعری، صبا اکرام، علامتی، عصری شعور، عالمی منظر نامہ، اسلوب

شاعری انسانی ذہن کو پرکھنے کی سب سے اہم اور لطیف شاخ ہے۔ کیونکہ اس پر انسان کے تہذیبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی اثرات بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ حسن کاری اور حسن آفرینی بھی مہیا کرتی ہے۔ شاعر کا کام یہ ہے کہ اپنے اسلوب اور فصاحت و بلاغت کے ذریعے سے یہ اثرات لوگوں تک پہنچائے۔ ہر شاعر کا اسلوب منفرد ہوتا ہے۔ البتہ کچھ شعرا کے اسلوب پر دیگر شعار کے اسلوب کی ہلکی سی چھاپ بھی مل جاتی ہے۔ کچھ لوگ سادہ لفظوں سے اپنی بات مکمل کرتے ہیں اور کچھ علامتی انداز اپناتے ہیں۔ البتہ علامتی انداز ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ صبا اکرام جدید طرز کے ایک ماہر شاعر ہیں جن کی شاعری نہ صرف دوسرے شعرا سے منفرد ہے بلکہ اس میں اسلوب کی ایسی جھلکیاں ملتی ہیں جو دوسرے شعرا میں بہت کم ہیں۔ انھوں نے اپنے پہلے مجموعے "سورج کی صلیب" میں نظمیں بھی کہی ہیں اور غزلیں بھی۔

---

[1]Ph.D Urdu (Scholar), Department of Urdu, G.C University, Faisalabad
[2]Assistant Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore
[3]Mphil Urdu, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

[4]Mphil Urdu, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 3 No.4 2019

ان کی نظم بہت نرم لہجے کی حامل ہے۔جس کے اندر ایک معاشرہ بسا ہوا ہے۔ اسی طرح ان کی غزلوں میں بھی اسلوب کی اہم خصوصیات ملتی ہیں۔ حالات کے ساتھ ساتھ شاعری موضوعات میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ اسی طرح اسلوب کے حوالے سے بھی آج کا شاعر قدیم روایتوں کو توڑ کر نئی بنیادیں رکھنے میں مصروف عمل ہے۔ ان میں ایک اہم نام صبا اکرام کا ہے۔جنھوں نے اپنا منفرد اسلوب اپنایا۔ان کی شاعری کی چیدہ چیدہ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

عصری شعور:

"زمانہ بدلے تم بھی بدلو" کے مصداق ہمارے شاعروں کے فن پاروں میں اثر ملتا ہے۔ صبا اکرام نے بھی اپنی غزل اور نظم میں حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے اپنے فن پاروں میں نئے رجحانات کو بیان کیا ہے اور موجودہ دور کے تمام مسائل کو شاعری کے ذریعے سے ہم تک پہنچایا ہے۔ ان کی ایک نظم "نسل بے چہر گاں" کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

گرمی، برسات، جاڑے کی بدلی رتوں میں

ہر ایک فرد

پہچان اپنی گنوا کر

ڈھلا موم کی مورتوں میں

ہر ایک شکل اب جیسے اپنی لگے

اور کوئی شکل اپنی نہیں

ہم ہوئے آج خود اپنے ہی شہر میں

نسل ننگ نشاں

نسلِ بے چہر گاں (۱)

اس نظم میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ آج کل انسان کی اپنی پہچان کھو چکی ہے۔ ہم وقت کے بدلنے کے ساتھ خود کے ساتھ بھی ناانصافی کر کے لالچ کے اسیر ہو جاتے ہیں اور ذلت ہمارا مقدر ٹھہرتی ہے۔ موجودہ دور میں انسان کی خواہشات اپنی تکمیل تک نہیں پہنچتیں۔ اور وہ خود اپنی آنکھوں سے تباہی کو دیکھتا ہے اور افسوس کرتا ہے۔ صبا اکرام بھی اس دور کا حساس آدمی ہے جہاں دہشت گردی عام ہے۔ ان کی غزلوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 3 No.4 2019

دیکھو مجھے کہ آج میں اپنی نگاہ میں

خود اپنی ہی تباہی کا منظر ہوں دوستو

دہلیز سے مکاں کے نکلا تھا ایک دن

اور تب سے میں سفر میں برابر ہوں دوستو

پہنے ہوئے لکیروں کی زنجیر جسم پر

اپنی ہتھیلیوں میں اجاگر ہوں دوستو

رکھا ہو گر دکان میں تو ہیرے کا مول ہے

مٹھی میں اپنی بند ہوں کنکر ہوں دوستو (۲)

صبا اکرام دورِ حاضر کے حالات بیان کر کے ہمیں امید کی شمع دکھاتے ہیں تاکہ ہم آنے والے بہتر دنوں کو تلاش کر سکیں۔شاعر صبا اکرام نے زمانے کے دکھ سہے ہیں اور اسی کی پناہ میں اپنی شاعری کو بھی پروان چڑھایا ہے۔وہ کراچی کے حالات کو منظر عام پر لائے ہیں۔اوپر دیے گئے اشعار میں بھی یہی ذکر ہے کہ آج کا انسان کس قدر جبر کا شکار ہو چکا ہے کہ اس کو ایک پل بھی چین نصیب نہیں ہوتا۔پھر بھی ان حالات کو سہہ کر زندگی تلاش کرنا صبا اکرام نے ہمیں سکھایا ہے۔آنے والے اچھے دنوں کی امید وہ ہمیشہ لگائے رکھتے ہیں۔ان کی ایک نظم ”تاش کے پتے“ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ان کو یہ معلوم ہے

جس روز بازی

وہ ہمارے خواب کی جیتیں گے

اس دن

اپنی بازی ہار جائیں گے

نہ جانے کونسا دن ہو گا

جب ہم

اپنے پتے آپ کھیلیں گے (۳)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 3 No.4 2019

صبا اکرام اس دور میں عام انسان کی زندگی کی کوئی قیمت نہیں سمجھتے۔ ان کا خیال ہے کہ ہمارے سیاستدان آج کل کے فرعون بنے ہوئے ہیں۔ ان کو عام انسان کی کوئی قدر نہیں ہے۔ امیر بہت امیر ہے اور غریب' غریب تر ہے۔ ایک شعر لکھتے ہیں کہ:

ردی کے بھاؤ بیچنے نکلے ہوئے ہیں لوگ
یہ زندگی پڑھا ہوا اخبار ہی تو ہے (۴)

ان کی بہت سی نظمیں اور غزلیں ایسی ہیں جو عہد حاضر کے مطابق ایک ایسا نقشہ پیش کرتی ہیں جو ہو بہو ہمارے معاشرے کی تصویر ہے۔ نامی انصاری لکھتے ہیں:

"ان نظموں میں عہدِ حاضر کی زندگی کی سفاکی اور سنگینی کے ارتعاشات بڑے فنکارانہ انداز میں جذب ہو گئے ہیں جن سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" (۵)

صبا اکرام کی نظموں میں اذاں تو آج بھی گونجی، جیل جزیرہ، مسیحا، آتما لجائے گی، اگنی پرکشا وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن میں صبا اکرام نے عصر حاضر کے بارے میں فکر انگیز انکشافات کیے ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد قاری کچھ لمحات کے لیے غور و فکر کی دنیا میں کھو جاتا ہے۔

فلسفہ جبر و قدر:

جبر و قدر کا فلسفہ عام طور پر صوفیا کرام کے ہاں ملتا ہے جو لوگ اللہ سے لو لگا لیتے ہیں۔ چونکہ جو کچھ بھی دنیا میں ہو رہا ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی سے جیتے ہیں اسی کی مرضی سے مرتے ہیں جو کچھ ہم کرتے ہیں خدا ہی ہم سے کرواتا ہے۔ ہمارا اس پہ کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ فلسفہ اقبالؒ کے ہاں بھی ملتا ہے۔ علامہ اقبال کی ایک نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" میں بھی جبر و قدر کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر ہم صبا اکرام کی شاعری کا مطالعہ کریں تو اس میں بھی جبر و قدر کے فلسفہ کے آثار بھی نظر آتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 3 No.4 2019

جدید دور میں جبر و قدر کا محور خدا کی بجائے قابوسی عالمی طاقتیں ہیں۔ اب سب کچھ ان کی مرضی سے ہوتا ہے وہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ آج کی کیفیت کا جبر انفرادی سطح سے ہٹ کر اجتماعیت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس کے بارے میں غلام حسین ساجد لکھتے ہیں:

”انسانی زندگی میں جبر و قدر کے تناسب کا تعین کرنا ہمیشہ صوفیوں، سادھوؤں، سنتوں اورشاعروں کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ مگر صبا اکرام تک اور ہم تک آتے آتے یہ مسئلہ ایک اور ہی طرز اختیار کر چکا ہے اور وہ یہ کہ اب جبر کا تعلق قضا و قدر سے کم اور خود ہماری دنیا کے آقاؤں اور قابوسی طاقتوں کی رضا سے زیادہ آن جڑا ہے۔“ (۶)

صبا اکرام کی نظموں میں ہمیں جبر و قدر کی قدیم طرز اور جدید طرز دونوں ہی ملتی ہیں۔ ان کی ایک غزل کے چند اشعار دیکھیے:

پتہ چلے نہ کسی کو کہاں سڑک جائے

دو ایک گام ہی رہگیر چل کے تھک جائے

بچا کے دھوپ سے رکھو گے عمر کو کب تک

یہ پھل تو سایہ دیواروں میں بھی پک جائے (۷)

ان اشعار میں شاعر بتانا چاہتا ہے کہ عمر کو ہم روک نہیں سکتے۔ ہم جہاں مرضی چلے جائیں عمر پھر بھی گزرتی جائے گی۔ اس پہ ہمارا بالکل بھی اختیار نہیں ہے۔ ان کے ہاں آقاؤں کے ظلم و ستم سے پیدا ہونے والا غم کسی صورت بھی کم نہیں ہوتا اور انسان کی زندگی کو اجیرن کر دیتا ہے۔ صبا اکرام کے اشعار میں بھی غم کی یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ صبا اکرام کے ہاں یہ موضوع غزل کی بجائے نظم میں زیادہ ملتا ہے۔ ان کی نظموں کا مجموعہ "آئینے کا آدمی" میں اکثر نظموں میں جبر و قدر کا فلسفہ ملتا ہے۔ نظم ”اگنی پرکشا“ کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

میں وہ سیتا نہیں ہوں

جسے صرف ایک بار

اس امتحان سے گزرنا پڑا تھا

کہ میرا ہرن تو

اسی طرح ہر روز ہو گا

کہ ہر صبح راون ہے

ہر رات اگنی پرکشا مقدر مرا (۸)

ان اشعار میں شاعر نے اپنے اوپر ظلم و ستم کی برداشت کا ذکر کیا ہے کہ میں کوئی سیتا نہیں ہوں کہ غم کو برداشت کر سکوں آخر ایک انسان ہوں اسی دنیا کا حصہ ہوں۔ اسی طرح ایک اور نظم "تاش کے پتے" سے ملاحظہ ہو:

ہمارا خواب

باون تاش کے پتوں کی صورت

خود ہمارے ہاتھوں قائم

نائٹ کلبوں میں

جوئے کی میز کے چاروں طرف

ماہر جواری

اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھے ہیں

سپنے آج کے

اور ہمارے آنے والے کل کے (۹)

صبا اکرام کے ہاں زندگی ایک عارضی شے ہے جس پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ ہم تو اپنے ہاتھوں مجبور ہیں اور اوپر سے اس زمانے کے فرعونوں نے دنیا کے سارے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جو غریب لوگوں کو غریب تر بناتے جاتے ہیں۔ ان کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھا کر ان کی تذلیل کرتے ہیں اور ان لوگوں پر قدرت رکھتے ہیں۔ صبا اکرام نے بھی انہی باتوں کو عیاں کیا ہے۔ ان کی نظم "نظر ڈھونڈتی ہے" میں بھی جبر و قدر کا فلسفہ ملتا ہے۔ اس میں بھی بتایا گیا ہے کہ انسان پیدا ہوتا ہے زندگی گزارتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اب میں اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں مگر وہ جبر و قدر کا شکار ہو گئے ہیں۔

عالمی منظر نامہ:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 3 No.4 2019

صبا اکرام کی نظر محدود نہیں ہے۔ وہ نہ صرف ایک خطے کو دیکھتے ہیں بلکہ انھوں نے اپنی شاعری میں عالمی حالات و واقعات پر بھی بحث کی ہے۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ سانحات و واقعات ان کی نظر سے بچ نہیں سکے۔ نائن الیون کے بعد دنیا کے حالات نے تیزی سے کروٹ بدلی۔ امن کی فضا دہشت گردی اور دھماکوں میں بدل گئی۔ عالمی سطح پر بدلتے ہوئے ان حالات نے جہاں دنیا کی سوچ اور فکر کو یکسر بدل کر رکھ دیا وہاں صبا اکرام بھی ان حالات کے اثر سے نہ بچ سکے۔ آپ کی نظمیں "پوکھرن" اور "گوتم کے لیے ایک نظم" جوہری ہتھیاروں سے ہونے والی ہلاکتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اوان کی نظمیں اذاں تو آج بھی گونجی، نظر ڈھونڈتی ہے، تمام اخبار بند کر دو اور کالی بھینٹ بڑھتی ہوئی عدم برداشت کی کیفیات کو بیان کرتی ہیں۔ اس تناظر میں آپ کی نظم "پوکھرن" ملاحظہ ہو:

بن بیاہی کو
معلوم نہیں ہے
کوکھ میں اس کی
بے ہاتھوں کو بے پاؤں
اور بے آنکھوں والے
اندھے اپاہج
ناجائز بچوں کے
بھیانک خواب کا نطفہ
پلتا ہے (۱۰)

اسی تناظر میں ایک اور نظم "کالی بھینٹ" دیکھیے:

لہو اب تو ہر روز
کالی کی
باہر لٹکتی ہوئی
جیبھ پر
قطرہ قطرہ ٹپکنے لگا ہے

ہر اک شخص

اس شہر کا

یہ دعا مانگتا ہے

کہ محفوظ رکھے خدا

آدمی کو یہاں

آدمی سے (۱۱)

یہ سب صبا اکرام کے ذاتی مشاہدات ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں کیے۔ ایک نظم "تمام اخبار بند کر دو" میں بھی شاعر بتاتے ہیں کہ آج کل اخباروں میں قتل و غارت کے مضامین ہی ہوتے ہیں۔ ایسی باتیں سن سن کر اب ہم ایسی خبروں کے عادی ہو چکے ہیں۔ اب جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے اب ہمیں اخباروں سے کیا تعلق اب موت کا پیغام ہمارے لیے کھیل بن چکا ہے۔ اب اخباروں کو بند کر دینا چاہیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جی جی کر روز مرنا تو کوئی نئی خبر نہیں ہے۔ پوری دنیا کے مسائل کو وہ صفحہ قرطاس پر لاتے ہیں۔ انسان کے انفرادی معاملات اور اجتماعی معاملات کو سائنسی انداز میں دیکھنا ان کا خاصہ ہے۔ آج کل انسان کی اپنی شناخت معدوم ہوتی جا رہی ہے۔ وہ یورپ کے طرز پر چلنا بہتر سمجھتا ہے۔ ایک نظم "رشتہ بے رشتگی کا" ملاحظہ ہو:

بے حس و بے جان

چہروں کو جو اُن کے

حیرت اور بے گانگی سے

گھورتی تھیں

کہ اب اُن سے

کوئی رشتہ بھی باقی تھا

تو بس بے رشتگی کا (۱۲)

دنیا میں ہر طرف بے حسی پھیلی ہوئی ہے۔ خاص سے خاص رشتہ بھی مطلب پرست بن چکا ہے۔ ان کی مخلصی میں بھی دراڑیں آچکی ہیں۔ ہر انسان مادہ پرست بن چکا ہے۔ انا کی تسکین اور ذاتی مفاد کی خاطر کسی کو نقصان پہنچانا ہمارے روز مرہ میں شامل ہو چکا ہے۔ ن م راشد، ذیشان ساحل وغیرہ نے عالمی منظر قارئین کو بہت اچھی طرح دکھایا ہے۔ خاص طور پر شہر کراچی

کے حالات سے کون واقف نہیں۔ ہر جگہ فسادات چھڑ چکے ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں کسی نہ کسی طرح ایسے حالات بن چکے ہیں جو جنگ عظیم کو دعوت دے رہے ہیں۔ صبا اکرام بھی انہی حالات کی پیداوار ہیں تو یہ ایسے معاملات سے کیونکر کنارہ کش ہو سکتے ہیں۔

مزاج کی شگفتگی:

صبا اکرام کی شاعری میں کوئی کھردرا پن نہیں ہے بلکہ دھیمے مزاج میں بات کرتے ہیں۔ ان کے موضوعات کی طرف توجہ دی جائے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان بغاوت پر آمادہ ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ملک کے متنازعہ ماحول کو سمجھ کر اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ ان کے مزاج میں شگفتگی کے عناصر کثیر تعداد میں ملتے ہیں۔ ان کے مد بھرے الفاظ دل کی تاروں کو چھیڑتے ہیں اور ایک موسیقی کی لے پیدا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں جو بیان ہے وہ تمثیلی ضرور ہے لیکن عام فہم ہے۔

دشت احساس میں ہم اتنے اکیلے کب تھے

دکھ توپہلے بھی تھے پر اتنے گھنیرے کب تھے

ہمتو نکلے تھے ہواؤں کا مقدر لے کر

ہم کسی موڑ پہ دم لینے کو ٹھہرے کب تھے

جیسے انجان کوئی جیسے کوئی بیگانہ

خود سے کترا کے ہم ایسے بھی نکلتے کب تھے (۱۳)

یہ اشعار درد بھرے احساس سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر اس کے لفظوں میں شرینی ابھی باقی ہے۔ یہی ان کی شاعری کی ایک صفت ہے کہ بڑے سے بڑے موضوع کے لیے بھی بہت خوبصورت الفاظ استعمال کر لیتے ہیں۔ الفاظ کا یہ ترنم ہماری سماعت کو فرحت بخشتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں:

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں، صبا اکرام نے اتنے دکھ اٹھائے ہیں لیکن ان کے مزاج کی شگفتگی ہنوز باقی ہے۔ مگر عجیب اسرار یہ ہے کہ ان کی نظموں میں اب بھی وہی محزونی ہے جو بانسری کی دکھ بھری روح کی آواز معلوم ہوتی ہے۔" (۱۴)

صبا اکرام نے بے شک دو ہجرتوں کا دکھ سہا ہے لیکن پھر بھی ان کی شاعری میں وہ مایوسی نہیں ہے جو میرؔ کے ہاں ہے۔انھوں نے دکھ کے گہرے سمندر میں غوطہ لگا کر آنسوؤں کے موتی حاصل کیے ہیں۔ اب یہ آنسو پھول کی خوشبو کو بکھیرنے کا کام دے رہے ہیں۔ انھوں نے محبت کا ساز بھی چھیڑا ہے اور غم والم کی تہہ دار باتیں بھی کی ہیں۔ ان دونوں میں ہمیں شرینی اور مٹھاس ملتی ہے۔ اگر وہ دنیا کی بے ثباتی کی بات کریں تب بھی اندازِ بیان شگفتہ اور اگر وہ دہشت گردی اور معاشرتی بگاڑ کی بات کریں تب بھی لفظوں میں نرمی ہوتی ہے۔

صبا اکرام نے نیچر کی خوبصورتی کو بھی بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا لگاتار پڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ البتہ علامات میں تھوڑا بہت الجھاؤ ہے لیکن لفظوں کی شگفتگی سے وہ بھی محدود ہو جاتا ہے۔ ایک نظم ”جلتی دھوپ کا سایہ“ دیکھیے:

جلتی بجھتی دشائیں مجھے پیار سے
اپنی جانب بلاتی تھیں
جب میں نے
چلنا بھی سیکھا نہیں تھا
کہ میں گرتا اُٹھتا
سنبھلتا ہوا
ننھے قدموں سے جب بھاگتا
مجھ کو شفقت کے دو ہاتھ
بڑھ کر پکڑتے (۱۵)

اس نظم میں صبا اکرام نے بہت ہی میٹھے انداز میں ماں کی محبت کی وضاحت کی ہے اور لفظوں کا چناؤ بھی بہت عمدہ کیا ہے۔ان کے ہاں ترنم کی ایک فضا ہے۔ ایک اور نظم ”واپسی“ ملاحظہ ہو:

حشر انگیزیٔ حالات کے
جلتے ہوئے سورج کی دہکتی سیخیں

اس سے پہلے

کہ مری روح کو چھلنی کر دیں

اپنی ناکامی کا زہر اب تو

ہونٹوں سے لگا کر

ان اندھیروں کو

گپھاؤں میں

لوٹ چلو

لوٹ چلو

لوٹ چلو (۱۶)

اس نظم میں ایک مایوسی کی فضا ملتی ہے۔ لیکن اس مایوسی میں ہمیں امید کی کرن بھی دکھائی دیتی ہے۔ اس سارے قصے کو الفاظ کی ایسی بناوٹ دے دی گئی ہے کہ نظم کے آخر میں لفظوں کی تکرار سے ایک موسیقیت پیدا ہو گئی ہے۔

صبا اکرام کی شاعری میں واقعی چنے ہوئے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے اور ان کے تمام کلام میں مٹھاس اور بیان کی شگفتگی ہے۔ مترنم لفظوں کو اس طرح استعمال کیا ہے کہ وہ تحریر کے مطالب پورے کرنے کے ساتھ ساتھ قاری کی طبیعت پر بھی گراں نہیں گزرتے بلکہ فرحت بخشتے ہیں۔

علامتوں کا استعمال:

صبا اکرام کے ہاں بے شمار علامتیں پائی جاتی ہیں۔ ہندوستان کی سرزمین کی حدود کا خیال رکھتے ہوئے صبا اکرام نے اپنی شاعری میں ایسی علامات کا استعمال کیا ہے کہ ان کا مفہوم واضح طور پر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ ان کے ہاں ایسے الفاظ ابھرتے ہیں جو دھرتی کے ساتھ وابستگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً پیپل، پتھر، مٹی، گھر، آئینہ اور ہتھیلی وغیرہ مگر لطف کی بات یہ ہے کہ تمام اشیا پہلے تو امیجز میں ڈھلی ہیں اور پھر ان کے علامتی مفاہیم پانی میں اترے ہوئے سیالوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ یہ علامتیں خاص وطن پرستی پر مبنی ہیں۔ ایک نظم "سیلاب کے بعد" ملاحظہ ہو:

جب وہ سیلاب گزرا

تو کھیتوں کی مانگوں کا

سیندور بھی لے گیا

بیوگی نے جنا

ایک بچہ

جو چنڈال:بڑھ کر بنا

بھیڑیوں کے گلے میں پڑی

لمبی زنجیریں تھامے ہوئے

قہر کی طرح نازل ہوا (۱۷)

اس نظم میں صبا اکرام نے علامتی انداز میں سیلاب کے بارے میں انکشاف کیا ہے کہ کس طرح اس کی وجہ سے تباہی پھیلتی ہے۔ جانوروں اور پرندوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ انھوں نے علامتوں کے ذریعے سے معاشرے کی حرکتوں کو ہمارے سامنے رکھا ہے۔ ان کے ہاں ابھرنے والے الفاظ اور امیجز میں بڑا نظم و ضبط اور دھرتی پوجا پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ صبا اکرام کی شاعری میں سمندر، پتنگ، چڑیا، سورج، ریت اور پتنگ جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ یہ تمام الفاظ متحرک اور امیجز کو مرتب کرتے ہیں اور اس سے ایسے معانی مراد لیے جاتے ہیں جو دنیا کی حقیقت کو ہمارے سامنے لاتے ہیں۔ اس میں ایک اہم علامت ”سمندر“ کا استعمال ہے جو ایک ڈولتی ہوئی بے انت مسافت ہی کا نام ہے۔ اور ”پتنگ“ زمین کی کشش ثقل کو عبور کرنے کی علامت ہے۔ ٹوٹی ہوئی پتنگ، زمین سے منقطع ہونے کی علامت ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح ”چڑیا“ کی علامت بہت قوی ہے کہ یکدم اڑنے کے عمل کی طرف بھی زمین کو راغب کرتی ہے اور شاعر کے دل میں سوئے ہوئے خوف کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ ایسی ہی علامتیں ان کی شاعری میں بار بار آتی ہیں۔ ایک نظم ”آشیاں ڈھونڈتی ہے“ ملاحظہ ہو:

تھکی ہاری چڑیوں کے

اک غول کی طرح

جب شام اتری

گھنے برگدوں پر

مری کلپناؤں کے پنچھی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 3 No.4 2019

لیے اپنی چونچوں میں تنکے

اُڑے ان پر اسرار

اندھی

دشناؤں کی جانب

جہاں آگ کے جنگلوں میں

مری آتما

کتنی صدیوں سے بیاکُل

کوئی آشیاں ڈھونڈتی ہے! (۱۸)

اس نظم میں صبا اکرام نے چڑیوں، برگدوں، پنچھی، دشناؤں اور جنگلوں جیسی علامات استعمال کی ہیں۔ ان علامتوں کی کئی تہیں ہیں۔ جو عام آدمی کی پہنچ تک تھوڑا سا سوچنے کے بعد پہنچتی ہیں۔ حقیقت میں علامتی انداز ایک ایسا طرز ہے کہ جس کی بنا پر انسان بات بھی کر لیتا ہے اور معاشرے میں انتشار بھی نہیں بڑھتا۔ معاشرے کی برائیوں اور اچھائیوں کو علامتی انداز دینے سے ایک اہم اثر پڑتا ہے۔ صبا اکرام کی شاعری میں علامتی انداز مثبت ہے یہ ملک کی ترقی کی طرف ایک ایسا قدم ہے جس کو مدِ نظر رکھ کر ہم اپنی غلطیوں کی تلافی کے بعد ترقی کی طرف اپنی زندگی کی اصل حقیقت کو پہچاننے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

صبا اکرام کی شاعری میں زندگی کی رنگارنگی نمایاں ہے۔ زندگی کے اس آئینے میں وہ نہ صرف اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ بلکہ اپنے گردو پیش سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں۔ اُن کی نظموں میں ہمارا عہد سانس لیتا نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں عصری شعور کی جھلکیوں کے ساتھ ساتھ زمانے کی تلخیاں بھی موجود ہیں۔ یہی ان کی شاعری کا کمال ہے۔

حوالہ جات

۱۔ صبا اکرام، سورج کی صلیب، دبستانِ جدید، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۲۸

۲۔ ایضاً، ص ۷۸، ۷۷

۳۔ صبا اکرام، آئینے کا آدمی، میڈیا گرافکس، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۵

۴۔ صبا اکرام، سورج کی صلیب، ص ۹۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 3 No.4 2019

۵۔خیال،سہ ماہی،شمارہ نمبر ۱۹،اکتوبر تا دسمبر،۲۰۰۷ء،ص ۸۷

۶۔ایضاً،ص ۱۰۱

۷۔صبا اکرام،سورج کی صلیب،ص ۹۱

۸۔ایضاً،ص ۶۶

۹۔ایضاً،ص ۱۳۵

۱۰۔ایضاً،ص ۵۲،۵۱

۱۱۔ایضاً،ص ۱۳۱

۱۲۔ایضاً،ص ۶۲

۱۳۔صبا اکرام،سورج کی صلیب،ص ۵۵

۱۴۔خیال،سہ ماہی،ص ۸۹

۱۵۔صبا اکرام،آئینے کا آدمی،ص ۸۹

۱۶۔ایضاً،ص ۱۳۲

۱۷۔ایضاً،ص ۱۲۵

۱۸۔ایضا،ص ۱۴۴،۱۴۳